R. No. 2166/57 Regd. No. L. 962

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

تاریخ اشاعت

ٹیلی فون

جلد ۲۴ - نمبر ۳۲ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۲۲ اگست ۱۹۶۵ء

اداریہ

انجمن کا طریقۂ کار

کچھ لوگ ہم سے یہ سوال اکثر کرتے ہیں کہ انجمن کا جو وفد حال میں وزیر اعظم سے ملا تھا اس کو وزیر اعظم نے کیا جواب دیا۔ کیا انھوں نے صاف انکار کر دیا، یا ہمدردی کا گول مول الفاظ میں اظہار کیا، یا کسی وعدے پر ٹال دیا، یا انھوں نے ہمارا مطالبہ منظور کر لیا۔

ہم نے "ہماری زبان" کی پچھلی اشاعت میں صورت حال بیان کر دی تھی۔ وزیر اعظم سے تقریباً پون گھنٹے نہایت اچھی فضا میں گفتگو ہوئی۔ انھوں نے بعض نکات کی وضاحت چاہی۔ ہم نے ان کی وضاحت کی۔ ہم نے مسئلہ کی تاریخ اور اس کی اہمیت بیان کی۔ پھر صدر انجمن اور ڈاکٹر تارا چند اور پنڈت سندر لال نے اپنے طور پر وزیر اعظم سے اپیل کی کہ جلد مناسب کارروائی کریں۔ سکریٹری نے چند اعداد و شمار کا حوالہ دیا اور لسانی اقلیتوں کے کمشنر کی چھٹی رپورٹ کے بعض اقتباسات کی طرف توجہ دلائی۔ وزیر اعظم سے ہم نے خاص طور پر یہ اپیل کی کہ اس مسئلے پر حکومت کو جلد وہ ضروری کارروائی کرنی چاہیے جس کی دستور میں گنجائش رکھی گئی ہے کیونکہ اس میں جتنی دیر ہوتی جاتی ہے اتنی ہی علاوہ لسانی اقلیتوں کی بے اطمینانی کے قومی یک جہتی کے کام میں رکاوٹ پڑتی ہے۔ وزیر اعظم نے جلد مناسب کارروائی کرنے کا وعدہ کیا۔

اس کا مطلب یہ لینا چاہیے کہ وزیر اعظم نے ہمیں ٹال دیا۔ نہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ اس قسم کے معروضات پہلے بھی ہو چکے ہیں اس لیے ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یقیناً ہمارا مطالبہ مان لیا جائے گا۔ ہاں یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ ہماری گفتگو کے بعد وزیر اعظم کو معاملے کی اہمیت اور اس سلسلے میں مناسب کارروائی کی ضرورت کا احساس ہو گیا۔ یہ بہت اُمید افزا بات ہے اور اس لیے ہم نا اُمید نہیں ہیں۔

لیکن ایسے معاملات میں نا اُمید ہونا یا پُر اُمید ہونا اتنا اہم نہیں جتنا اپنی کوشش جاری رکھنا ہے۔ یہ جمہوریت کا دور ہے جمہوری حکومتیں اقلیت کے جذبات سے بے نیازی نہیں برت سکتیں۔ لیکن اکثریت کے جذبات کو نظر انداز کسی طرح نہیں کر سکتیں۔ بد قسمتی سے کچھ غلط فہمی، کچھ تنگ نظری، کچھ چند سیاسی رہ نماؤں کے بہکانے کی وجہ سے اکثریت نے اردو کے مسئلے پر قومی نقطۂ نظر سے غور نہیں کیا اور اردو کو ایک خاص مذہبی اقلیت سے وابستہ کر دیا۔ اردو کا مسئلہ کسی مذہبی اقلیت کا مسئلہ نہیں ہے یہ ایک قومی مسئلہ ہے اور خصوصاً ایک لسانی اقلیت کا مسئلہ ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ دس سال پہلے کے مقابلے میں آج اکثریت اردو کے مسئلے کو قومی نقطۂ نظر سے زیادہ دیکھتی ہے، مگر ابھی بہت بڑی تعداد کے ذہن کے جالے صاف نہیں ہوئے ہیں۔ ادھر پارلیمنٹ کے ممبروں، یو۔ پی کی مجلس قانون ساز کے ممبروں اور مختلف سیاسی جماعتوں نے ہمارے مشن کی جس طرح حمایت کی ہے، اس سے ہماری پوزیشن

اس شمارے میں

ضرور مضبوط ہوئی ہے اور اردو کی مہم ضرور آگے بڑھی ہے، لیکن ابھی گورنمنٹ کا دل اپنی طرف مائل کرنے میں ہم پوری طرح کامیاب نہیں ہوئے ہیں اور اس لئے حکومت ہند بھی اگرچہ اب ہمارے مطالبات کو ہمدردی کی نظر سے دیکھتی ہے لیکن مناسب اقدام سے ہچکچا رہی ہے۔ پھر کچھ ایسے افراد اور جماعتیں بھی ہیں جو ہماری مہم کی کامیابی کو دیکھ کر مخالفت کی لے کو بڑھا رہی ہیں، خصوصاً وہ جماعتیں جو ہندی کی حمایت کے جوش میں بعض اوقات توازن کھو بیٹھتی ہیں۔ اس لیے ہمیں سنجیدگی سے، دلائل سے، قومی نقطۂ نظر سے، تمام سیکولر سیاسی پارٹیوں کی تائید حاصل کر کے، اپنی آواز کو برابر بلند اور اپنی مہم کو تیز تر کرتے رہنا ہے، یہاں تک کہ ہمارے مطالبات تسلیم کر لیے جائیں۔

کچھ لوگ جو جمہوریت پر ایمان نہیں رکھتے، یا تعمیری کام کے عادی نہیں ہیں، یا جو اکثریت کی طرف سے اتنے بدظن ہیں کہ انھیں ہر طرف تاریکی ہی نظر آتی ہے یا جو قومی نقطۂ نظر کے بجائے صرف اپنے نقطۂ نظر کو لیتے ہیں، انھیں انجمن تو کیا کوئی بھی مطمئن نہیں کر سکتا۔ اردو کے نام پر بھی ہم انتشار پھیلانے اور ہنگامہ آرائی کرنے کے خلاف ہیں۔ ہمارا ملک اس وقت خاصے مشکل دور سے گزر رہا ہے۔ ہمیں ان مشکلات کا احساس ہے۔ ہم اپنے مطالبات پوری قوت سے پیش کریں گے، لیکن ملک کی فضا کو مکدر نہ ہونے دیں گے، نہ اردو کی تحریک کو فرقہ پرستوں یا ہنگامہ پسندوں کے ہاتھ میں جانے دیں گے۔ ہاں اردو کے لیے دوسرے جو مخلصانہ کوشش کر رہے ہیں ہم ان کی مخالفت نہیں کرنا چاہتے۔ نیک نیتی اور خلوص سے جو کام بھی ہو، ہم اس کی قدر کرتے ہیں، لیکن اپنا راستہ ہم خود بناتے ہیں۔ اس کے لیے کسی لال بجھکڑ سے ہمیں مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

خدابخش لائبریری پٹنہ قومی اہمیت کا ادارہ

نئی دہلی ۱۷؍ اگست۔ پٹنہ کی خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری کو قومی اہمیت کے اداروں میں شمار کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں وزیر تعلیم محمد کریم چھاگلا نے لوک سبھا میں آج ایک بل پیش کیا۔

خدابخش لائبریری مولوی محمد بخش خاں اور ان کے صاحبزادے خدابخش کے ذاتی کتب خانوں سے ترتیب دی گئی ہے۔ اس میں عربی، فارسی اور اردو کی بہت سے گرانقدر، نایاب اور قدیم مخطوطے اور کتابیں ہیں۔ (ہندوستان ٹائمز)

پروفیسر ندوی اسکالرشپ فنڈ

یہ خبر علمی و ادبی حلقہ میں مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ جناب پروفیسر نجیب اشرف ندوی صاحب، سابق پروفیسر اسماعیل یوسف کالج و حال ڈائرکٹر انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، بمبئی کی علمی و ادبی مالگرہ کے موقع پر ان کی ادبی خدمات کو سراہنے کی خاطر نومبر ۱۹۶۵ء میں جناب ندوی صاحب کے سابق طلبہ و خیر خواہوں نے ایک جشن منانے کا فیصلہ کیا ہے، اور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بمبئی یونیورسٹی میں ایم اے اردو میں اول آنے والے طالب علم کے لیے ایک ریسرچ اسکالرشپ کے قیام، اور جناب ندوی صاحب کے مضامین کو کتابی صورت میں شائع کرنے کے اہتمام کا بھی تصفیہ کیا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے تقریباً ۲۰ ہزار روپے کی ضرورت ہے لہٰذا جناب ندوی صاحب کے طلبہ (سابق و حال) اور دوستوں سے اپیل ہے کہ وہ اس نیک کام میں دلچسپی لیں اور اپنے عطیات پروفیسر این۔ ایس۔ گورے کر یا ڈاکٹر احمد۔ جونس، سکریٹری پروفیسر ندوی اسکالرشپ فنڈ، اشرف کاسل، محمد علی روڈ بمبئی ۳ کے نام پر ارسال فرما کر مشکور کریں۔ (نامہ نگار)

پنگوئن کے انداز پر اردو کی مہنگی کتابوں کے سستے ایڈیشن

کتاب کار، رامپور یو۔پی نے مہنگی کتابوں کے سستے ایڈیشن شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ ان کتابوں کی اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ کم سے کم قیمت میں شاہکار کتابیں اُن پڑھنے والوں تک پہنچ سکیں جن کی جیب مہنگی کتاب کی خریداری برداشت نہیں کر سکتی۔ پہلا سیٹ جس میں ۷ دلچسپ اور معیاری کتابیں شامل ہیں شائع ہو چکا ہے ان کتابوں کے نام یہ ہیں۔

(۱) حرف حرف: فیض احمد کے چاروں مجموعے میں تازہ ترین کلام اور غیر معروف کلام کے ایک ہی جلد میں۔

(۲) رسوم دہلی: دہلی کے کلچر پر سید احمد دہلوی کی مستند ترین کتاب

(۳) چہیر خانے چلی جانے: غالب کی زندگی اور شاعری پر مزاحیہ ڈراموں فیچروں اور مضامین کا خوبصورت انتخاب

(۴) تاج کے ڈرامے انارکلی پر ایک نظر: (تنقید)

(۵) پری خانہ: رنگیلے پیا جان عالم واجد علی شاہ کی خود نوشت داستان معاشقہ

(۶) چچا چھکن: امتیاز علی تاج کے مشہور بدحواس کردار کے کارنامے۔

(۷) جانوروں کی نفسیاتی کہانیاں۔ (نوٹ) یہ کتابیں مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ یا کتاب کار رامپور یو۔پی سے طلب کی جا سکتی ہیں۔

عربی اور سنسکرت کے عالموں کو صدر کا اعزاز

نئی دہلی ۱۴؍ اگست۔ صدر نے ایک عربی اور چار سنسکرت کے علما کو اسناد اعزاز عطا کی ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:-

ڈاکٹر عبدالمعید خاں (عربی)۔ ڈاکٹر مادھو گوبند باسک، مسٹر مدیشور شاستری، ڈاکٹر منگل دیو شاستری، مسٹر اے۔ دیکشور دکشتر (قومی آواز)

اکبر علی خاں

رشید حسن خاں کی تحقیقی غلطیاں

(گذشتہ سے پیوستہ)

(ی)

حاشیہ آرائی میں رشید حسن خاں نے تفصیلات جمع کرنے کی خاطر مختلف کتابوں اور رسالوں کو سامنے رکھا ہے اور زیادہ سے زیادہ حوالے فراہم کیے ہیں لیکن اگر کسی کتاب کو سامنے نہیں رکھا تو وہ یہی تاریخ لطیف ہے۔ قطعات تاریخ میں مادہ تاریخ اکثر آخری شعر میں نظم کیا جاتا ہے اور کبھی کبھی دیگر تفصیلات مرض موت، دن مہینہ اور تاریخ وغیرہ قطعے کے دوسرے اشعار میں نظم کردی جاتی ہیں۔ رشید حسن خاں نے اس قسم کی کسی اطلاع سے جو تاریخ لطیف کے قطعات میں پائی جاتی تھیں کوئی استفادہ نہیں کیا۔ اور ادھر اُدھر دوسرے حوالوں کو جمع کرتے رہے۔

ہر تحقیقی کام کرنے والے کو اس بات کا احساس ہوگا کہ مرتب کو سب سے پہلے اُسی کتاب کی معلومات پیش کرنا چاہئیں جس پر وہ کام کر رہا ہے اگر وہ صحیح ہیں تب غلط ہیں تب۔ اس کے بعد مرتب کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ مزید تلاش سے اگر ممکن ہو تو کسی اطلاع کی صحت یا عدم صحت کے لیے دلایل کا اضافہ کرے لیکن اصل کتاب کی اطلاعات سے صرف نظر کرنا سہل پسندی اور بے توجہی کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے؟ ایسی صورت میں ثانوی حوالوں سے غلطیوں کے امکانات بڑھ جاتے ہیں اور بہت سی ضروری معلومات پردے میں چھپی رہ جاتی ہیں۔

رشید حسن خاں نے تاریخ لطیف پر اپنے مضمون میں اس انداز کی ایک مثال پیش کی ہے اور کتاب کے مندرجات کی قریب قریب ساری ہی اطلاعات سے "چشم پوشی" کی ہے۔

اس کے لیے مندرجہ ذیل معروضات کو سامنے رکھیے۔

(۱۰) امیر مینائی کے قطعہ تاریخ وفات از نواب مرزا داغ (تاریخ لطیف ص ۳۸) کا آخری شعر رشید حسن خاں نے اپنے مضمون میں نقل کیا ہے۔ لیکن امراض موت کی جو تفصیل داغ نے دی تھی اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ متعلقہ اشعار یہ ہیں:۔

کیا کہوں کیا کیا ہوئیں بیماریاں   کیا لکھوں تفصیل امراضِ کثیر
مبتلائے حدت صفرا و تپ   محو آزار اسہال و زحیر

اسی قطعے کے ایک شعر میں "مینائی" نسبت کی طرف اور امیر سے رشتۂ شاگردی کی جانب بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

شاہ مینا سے تھا نسبی سلسلہ
شاعری میں خاص تلمیذ امیر

رشید حسن خان نے اس سے بھی استفادہ نہیں کیا

(۱۱) تاریخ لطیف ص ۴۲-۴۳ میں امیر مینائی کا قطعہ تاریخ وفات از کلیم لکھنوی بھی درج ہے جس سے وقت انتقال بھی معلوم ہوتا ہے اور رشید حسن خاں نے جن حوالوں سے تاریخ وفات بتائی ہے اُن سے اختلاف بھی پایا جاتا ہے مفید مطلب اشعار یہ ہیں

چہ بلا ہفتہ ہم بد نو جمادی دوم   بد دباش شب یکشنبہ گشت تقدیر
بچہیں سیزدہم از مہ اکتوبر بود   سنہ صد والف کم سال مسیحی تحریر

رشید حسن خاں نے اس کے برخلاف ۲۹ جمادی الآخر تاریخ انتقال بتائی ہے اور وقت انتقال کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

(۱۲) میر انیس کی تاریخ وفات کے لیے رشید حسن خاں نے امیر کا مادۂ تاریخ نقل کیا ہے اور مزید معلومات کا اضافہ یادگار انیس، خم خانہ جاوید، تاریخ ادب اردو (سکسینہ) آب بقا اور گل رعنا کی مدد سے کیا گیا ہے۔ لیکن تاریخ لطیف ہی کے ایک قطع سے وقت انتقال اور یوم وفات کے ساتھ سنہ عیسوی بھی برآمد ہوتے ہیں اور ان میں سے پہلی دو اطلاعات سے رشید حسن خاں بے خبر ہیں۔ اس قطعے کے کہنے والے سید حسن لطافت خلف سید آغا حسن امانت ہیں تاریخ لطیف کے صفحات ۴۸-۴۹ پر یہ قطعہ درج ہے۔ اس سے ضروری اشعار ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

قریب شام ہوئے آہ وہ کمال تمام   اخیر چاند تھا گذرے تھے آہ دن تئیس
سنایہ واقعہ جانکاہ جب کبھی تاریخ   زجس میں لفظ ہیں آئے مناسبِ رئیس
بیان مصرع آخر کے اب صنائع ہیں   بغور تھیں لطافت جسے حساب نویس
شروع مصرع تاریخ جو کہیں حرف   ہیں ایک اور دوسرا ہے روز خمیس
سنین بھی ہیں عیاں اس سے عیسوی ہجری   جو بینات زبر ہوں رقم بطور نفیس
وہ مرثیہ نہ وہ پڑھنا نہ وہ بڑے مجمع   اداس مجلس ماتم ہے سامعین ہیں بیس

عجب مصرع تاریخ ہے سنا کیسا
"یہ پنج تن کا ہے نوحہ انیس ہائے انیس"

۱۲۹۱ھ

(۱۳) اردو کے مشہور شاعر سید ضامن علی جلال کا قطعۂ تاریخ وفات اُن ہی کے بیٹے میر مہدی کمال کا نتیجہ فکر تاریخ لطیف (ص ۶۹-۷۰) میں موجود ہے۔ رشید حسن خاں نے اس قطعے کا آخری شعر نقل کیا ہے اور اپنے حاشیے میں آب بقا، خم خانۂ جاوید، تذکرۂ کاملان رامپور، مقالۂ آرزو صاحب (یہاں بھی مقالے کا عنوان نہیں بتایا) بجواز جلال از محمد حسن اور انتخاب یادگار سے کام لیا ہے۔

مجھے یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ اتنی بھاگ دوڑ کے باوجود بھی صحیح تاریخ نہیں دریافت کرسکے حالانکہ کمال کے اس

قطعے کے سامنے ہوتے ہوئے کہیں اور طویل تلاش کے سفر پر جانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ کمال کے اشعار یہاں نقل کیے جاتے ہیں ملاحظہ ہوں

مہ شوال کی تاریخ چوتھی   وہ بدھ کا روز تھا آفت کا ساماں
وہ شاعر اٹھ گیا بزم جہاں سے   کمالِ شاعری جس پر تھا نازاں
کمال آنکھوں سے پنہاں جب ہوا آہ   چھپا ہے شاعری کا مہر تاباں"

لیکن رشید حسن خاں نے مندرجہ بالا قطعے کو نظر انداز کرکے خم خانۂ جاوید کی اسی اطلاع کو بنیاد بنایا ہے۔

"جناب جلال نے بعمر ۷۶ سال بتاریخ ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۹ء میں انتقال فرمایا"

اور اس کے بعد تقویم کے حساب سے ہجری تاریخ دریافت کرکے ۵ شوال ۱۳۲۷ھ بتائی ہے۔

ہجری سال مع تاریخ و روز پہلے ہی سے سامنے ہوتے ہوئے سنہ عیسوی کو بنیاد قرار دے کر ہجری تاریخ نکالنا الٹی منطق کے علاوہ کیا کہی جاسکتی ہے جب کہ ساری اس کاوش کے باوجود نتیجہ غلط ہی رہا، یہ صرف اسی وجہ سے ہوا کہ رشید حسن خاں نے منقولہ بالا قطعۂ تاریخ سے بے توجہی برتی دراں حالیکہ اسی قطعے کا آخری شعر خود نقل بھی کیا۔

حیرت ہوتی ہے کہ رشید حسن خاں نے بیٹے کی بتائی ہوئی تاریخ پر نہ صرف یہ کہ دوسرے حوالوں کو ترجیح دی بلکہ اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ معلوم نہیں تحقیق کے وہ کون سے اصول ہیں جن کی بنیاد پر بیٹے کا بیان دوسرے بیانات کے مقابلے میں غیر معتبر اور ناقابل ذکر قرار دیا گیا۔

بہرحال جلال کی صحیح تاریخ ۵ شوال نہیں جو رشید حسن خاں نے متعین کی ہے بلکہ چار شوال روز چہار شنبہ ۱۳۲۷ھ ہے جو جلال کے بیٹے کمال نے اپنے قطعے میں نظم کردی ہے۔

(۱۴) داغ دہلوی کا مادۂ سال وفات جو احسن مارہروی نے نکالا تھا رشید حسن خاں نے نقل کیا ہے اور مہینہ اور اس کی تاریخ خم خانۂ جاوید سے لیکن تاریخ لطیف کے کئی قطعات سے کوئی استفادہ نہیں کیا۔ جن میں سے ایک حفیظ جونپوری کا کہا ہوا ہے اس میں مہینہ اس کی تاریخ اور مرض موت کا تذکرہ موجود ہے مفید مطلب اشعار درج ذیل ہیں:۔

ہائے فالج نے کیا ستم ڈھایا   کیسی برپا ہوئی قیامت آہ
ماہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ   ہائے عاشور کا یہ روز سیاہ
مرگئے جب ہو گیا فصیح الملک   یہ خبر منتشر ہوئی ناگاہ
ہائے وہ خوش نوائے بلبل ہند   ہائے استاد شاہ آصف جاہ
نہ رہا تھا حفیظؔ امید کا غم   کہہ چوا داغ کا غم جانکاہ
سال غم پڑھ کے خون ناب بہا   شاعری داغ لے گئی ہمراہ

۱۹۰۵ء (ص ۹۶)

اس کے علاوہ ایک اور قطعے میں جو آزاد شیخ پوری شاگرد امیر مینائی کا کہا ہوا ہے اور تاریخ لطیف ص ۹۸ پر درج ہے مرض موت کا ذکر آیا ہے متعلقہ شعر یہ ہے:

"ہائے فالج کا تھا وہ ملک جھونکا
جس ہوئے یہ گل چراغ ہوا"

مرض موت کا ذکر اور بھی مختلف قطعات میں ہے۔

(۱۵) داغ سے متعلق کئی اور قطعات بھی ہیں جن میں سے ایک قطعہ مصنفہ قاضی سید مظفر حسن حیرت شاہجہانپوری سر رشتہ دار عدالت جج خفیفہ گوالیار شاگرد داغ میں یہ اشعار بھی ہیں ان کے ذریعے داغ کے ساٹھ شاگردوں کے نام محفوظ ہوگئے ہیں۔

اے مرے استاد کیا کہنا ترا   کر دیا استاد شاگردوں کو بھی
اشرف اللہ اسجود و بیباک و وجد   حیرت و مطلب جلال و واسعی
برق و نگین شوخ و بیتاب و شرر   آفریں جاد و حکیم انجم خفی
اختر و امید و شیدا شوق و شاد   فوق و مظہر سید احسن لکھنوی
شمس و انسوں و شرف محمود و عشق   دل طلب محمود جالب دہلوی
گوہر و وارث ضیا سائل خیال   طیش ناداں عیش نوح ناروی
اشک و بسمل طالب مفتوں فصیح   مجسم ثاقب احسن مارہروی
مہر و باغ و رمز و توقیر و حسن   شاعر و رسوا نسیم عسکری
جس کے ایسے سیکڑوں شاگرد ہیں   ایسی استادی مسلم کس کی تھی

ص ۹۲ - ۹۳

سائل دہلوی کے قطعے کا مندرجہ ذیل شعر بھی نوٹ کیے جانے کے لائق ہے۔

شد وفاتش بشام یوم الحج   دفن شد روز عید سائل ہند

ص ۱۰۰

رشید حسن خاں صاحب نے ان میں سے کسی ایک اطلاع سے بھی استفادہ نہیں کیا

(۱۶) دبیر کا مادہ سال وفات از اسیر نقل کرکے تاریخ کی تفصیل کے لیے شعار دبیر، خم خانۂ جاوید آب حیات کو پیش نظر رکھا ہے لیکن سید حسن لطافت کے قطعے کے مندرجہ ذیل شعروں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔

روز شنبہ تھا اور سلخ محرم وقت صبح
ماتم شہ میں ہوگئے یہ ماہ محرم کے ساتھ اخیر

ان اشعار سے معلومات میں دن اور وقت کا اضافہ ہوتا ہے اور تاریخ کی تصدیق ہوتی ہے (دیکھیے تاریخ لطیف ص ۵۸)

(۱۷) مولوی عبد الرحمن راسخ دہلوی کا مادہ تاریخ وفات از آغا شاعر قزلباش نے نقل کرکے راسخ کی تاریخ وفات خمخانۂ جاوید کے حوالے سے ۲۹ ستمبر ۱۹۰۰ء بتائی ہے۔

تاریخ لطیف میں اس قطعے کے خاتمے پر حاشیے میں یہ عبارت (باقی صفحہ پر)

دھرتی کی دوڑ

چندر پرکاش شاد

آج کی شب پھر کسی بہانے
نیند کی دیوی روٹھ گئی ہے!
میں بھی چشمِ تماشا بن کر
کون و مکاں میں گھوم رہا ہوں
لوگ تو جیسے بوٹی پی کر
گہری نیند میں سوئے ہوئے ہیں؟
خواب فضاؤں کھوئے ہوئے ہیں!

قدرت ہر سو جاگ رہی ہے
رات کی گہری تاریکی میں
تیز ہوائیں چیخ رہی ہیں
بھوتوں کی بارات رواں ہے
تارے تھر تھر کانپ رہے ہیں
پھول اور کانٹے ہانپ رہے ہیں
دھرتی ایک انجانی دُھن میں
اپنی ڈگر پر بھاگ رہی ہے

ڈرتا ہوں یہ دھرتی اک دن
طوفانوں کی زد میں آ کر
ہٹ کر راہِ شام و سحر سے
کسی خلا میں کھو جائے گی
یا سیاروں سے ٹکرا کر
ریزہ ریزہ ہو جائے گی!!!

رات اور دن

سید فضل المتین

رات، ایسی ڈائن ہے
روز جو نگلتی ہے
روشنی کے پیکر کو

دن، اک ایسا ساحر ہے
چھین کے جو لاتا ہے
ظلمتوں کے دیو سے
روشنی کی پریوں کو

ساہتیہ اکاڈمی انعام پانے والی اردو کتابیں

ہندوستانی ادب کی تاریخ میں وہ لمحہ یقیناً ایک مسعود لمحہ تھا جب پنڈت جواہر لال نہرو اور مولانا آزاد کی کوششوں سے ساہتیہ اکاڈمی کا قیام عمل میں آیا۔ آزادی کے بعد اس امر کی ضرورت ملک کے گوشے گوشے میں محسوس کی جا رہی تھی کہ ایک ایسا قومی ادارہ معرضِ وجود میں آنا چاہیے جو ہندوستان کی تمام زبانوں کے لیے ترقی کے نئے نئے راستے کھولے۔ ملک بھر کی ادبی سرگرمیوں میں ایک ہی رشتہ پیدا کرے اور دنیا میں بھر کی تہذیبی وحدت کو نمایاں کرے۔

چنانچہ ۱۲ مارچ ۱۹۵۴ء کو ملک کی اس آرزو کو عملی صورت دی گئی اور اسی دن پارلیمنٹ کے سنٹرل ہال میں ساہتیہ اکاڈمی کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ مرکزی وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد نے اس اجلاس کا افتتاح کیا اور اکاڈمی کے اغراض و مقاصد کی وضاحت کی۔ آپ نے اپنی تقریر میں ادب کے اونچے معیار پر زور دیا اور فرمایا کہ اکاڈمی کے پیش نظر سب سے بڑا کام یہ ہے کہ وہ عوام کے ادبی مذاق کی تربیت کرے۔

آج اس اکاڈمی کو ادب کی دنیا میں کام کرتے ہوئے گیارہ برس ہو گئے ہیں۔ مختلف زبانوں کی نشر و اشاعت اور ادبی تخلیقات کا معیار بلند کرنے میں اس اکاڈمی نے جو کام کیا ہے وہ کسی بھی ملک کی ادبی اکاڈمی کے لیے باعثِ فخر قرار دیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک اردو کا تعلق ہے اکاڈمی نے کئی قسم کے کام انجام دئے ہیں مثلاً اکاڈمی اس وقت تک مختلف زبانوں کی پانچ کتابوں کے ترجمے اردو میں پیش کر چکی ہے۔ اردو کی معیاری کتابوں کا غیر ملکی زبانوں میں ترجمے کا کام اکاڈمی کے سامنے ہے۔ مولانا آزاد کی کتابوں کو اہتمام سے مرتب کر کے شائع کرنے کا کام پوری توجہ سے ہو رہا ہے اور اس سلسلے کی پہلی کتاب "ترجمان القرآن" کی جلد اوّل شائع ہو بھی چکی ہے۔ اس مقالے میں اکاڈمی کے مختلف کاموں میں سے صرف ایک پر روشنی ڈالنا مقصود ہے اور وہ ہے قومی انعام کے لیے اردو کتابوں کا انتخاب۔ انعامات کا یہ سلسلہ ۱۹۵۵ء سے شروع ہوا جب کہ جناب ظفر حسین خاں کی فلسفیانہ تصنیف "مال و دشنیت" پر پانچ ہزار روپے کا پہلا انعام دیا گیا۔

۱۹۵۶ء میں ڈاکٹر عابد حسین کی کتاب "قومی تہذیب کا مسئلہ" اردو کی بہترین کتاب قرار دی گئی۔ ۱۹۵۷ء میں ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی "میر تقی میر" انعام کا حقدار۔ جگر مراد آبادی کا مجموعۂ کلام "آتش گل" ۱۹۵۸ء میں اس انعام کے لیے منتخب ہوا۔ ۱۹۵۹ء میں سید مسعود حسن رضوی کی تصنیف "اردو ڈراما اور اسٹیج" انعام کی مستحق قرار پائی۔ ۱۹۶۰ء میں جناب فراق گورکھپوری کے کلام کا انتخاب "گل نغمہ" مستحق انعام قرار پایا۔ "نسخۂ عرشی" کے نام سے مرزا غالب کا دیوان مرتبہ جناب امتیاز علی عرشی ۱۹۶۱ء انعام کے لیے منتخب ہوا۔ ۱۹۶۲ء میں پھر ایک مجموعۂ کلام منتخب ہوا۔ یہ مجموعہ "یادیں" اردو کے جدید شاعر جناب اختر الایمان کے کلام کا انتخاب ہے۔ اگلے برس ۱۹۶۳ء میں یہ قومی انعام ڈاکٹر خواجہ غلام السیدین کی تصنیف "آندھی میں چراغ" پر دیا گیا۔ گزشتہ برس یعنی ۱۹۶۴ء کا انعام اس سلسلے کا دسواں انعام تھا جو مشہور شاعر جناب آنند نرائن ملا کے انتخاب کلام "میری حدیث عمر گریزاں" پر دیا گیا۔

صفحہ ٥ سے آگے

بھی مؤلف کتاب ہی کے قلم سے درج ہے۔

"٢٠ شعبان روز چہار شنبہ قبل از نصف النہار"

رشید حسن خاں نے اس حاشیے کا کوئی حوالہ نہیں دیا اور اس سے استفادہ کیا۔ نہ یہ بتایا کہ عیسوی اور ہجری تاریخوں میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔

راسخ دہلوی ہی سے متعلق ایک اور قطعۂ تاریخ میر الٰہی منیر دہلوی کا زائیدۂ فکر بھی تاریخ لطیف میں موجود ہے اور اس کے مصرع تاریخ سے مہینے اور دن دونوں کا علم ہوتا ہے قطعے کا آخری شعر ملاحظہ ہو۔

منیر اب ان کا سال فوت کہیے
"ہوئی شعبان میں بس ان کی رحلت"

١٢٦٥ھ

(تاریخ لطیف ص ١٤٥)

رشید حسن خاں نے اس مادّے سے بھی استفادہ نہیں کیا۔

(١٨) پیارے صاحب رشید کا مادۂ تاریخ از محمد عسکر لکھنوی نقل کر کے گلزار رشید طبع ١٩٥٦ء کے حوالے سے مزید معلومات فراہم کی ہیں لیکن اسی قطعے کے مندرجہ ذیل شعروں کو محروم توجہ رکھا ہے۔

ہوا ضعف سے ناچ کے گو کہ حبس تھی
بلا گئے سوئے اجداد جب کہ آئی قبلت
سحر کا وقت تھا ذی قعدہ کی تھی بست و ششم
کہ آفتاب کمالات زیر خاک چھپا
وہیں پہ قبر بنی جس جگہ پہ سوتے تھے
قدم نہ گوشۂ حجرے سے مر کے بھی نکلا

(ص ٢٣)

رشید حسن خاں نے اس قطعے سے وقت انتقال تو دیا ہی ہے لیکن ایک اور اہم اطلاع سے بھی محروم رکھا۔ ورنہ یہ کہ پیارے صاحب رشید اپنی خواب گاہ ہی میں دفن ہوئے تھے اس کے برخلاف انھوں نے گلزار رشید کے حوالے سے باغ میر عشق محلہ کاب گنج لکھنؤ مدفن بتایا ہے۔

(١٩) محمد جان شاد کے قطعۂ تاریخ "گفتہ تجل حسن عمل" کو نقل کیا ہے مگر اسی قطعے کے مندرجہ ذیل اشعار سے صرف نظر کر کے آب بقا سے کام لیا ہے۔

سن ز تحقیق گفتش می توانم | کہ عمرش زائد از ہشتاد شده ای
بہ فالج چوں بہ فرشش مرگ افتاد | مرض ہم رنگ آتش افتاد شده ای
ربیع الآخر و یک شنبہ ششم | بہ مغرب دید اخیار شده ای
بہمیں دو چار ساعت ماندہ خود | ز قید زندگی آزاد شده ای
مکاں ویراں شدہ تاریخ ہفتم | لحد از مقدمش آباد شده ای

اسی طرح مرض موت اور تاریخ دفن کی اطلاع رشید حسن خاں نے نہیں دی۔

(دیکھیے تاریخ لطیف ص ١٥١)

(٢٠) رشید حسن خاں نے غلام امام شہید کے مادۂ تاریخ کے لیے مرزا سالک دہلوی کا یہ شعر نقل کیا ہے جس سے ١٢٩٦ھ برآمد ہوتے ہیں۔

آہ ارباب درد پر طاری | ہوا ماتم امام شہید

اور اس پر یہ نوٹ لکھا ہے کہ:

"کلیات سالک فی الوقت میری دسترس سے باہر ہے کہ تطبیق کر سکوں۔ موجودہ صورت میں اس شعر سے مطلوبہ تاریخ نہیں نکلتی ہے۔"

لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ انھیں الفاظ سے تاریخ نکلتی ہے رشید حسن خاں شعر کے مفہوم کو سمجھنے میں ناکام رہے ہیں۔ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ ارباب درد پر ماتم امام شہید کا طاری ہوا یعنی ارباب درد اور ماتم امام شہید کے اعداد جمع کر دیے جائیں۔ ارباب کے عدد اعداد ١٤ ہوتے ہیں اور ماتم امام شہید کے ٨٨٢ اور ان دونوں کا حاصل ١٢٩٦ عجیب بات یہ بھی ہے کہ رشید حسن خاں اپنی دسترس سے باہر کتابوں سے استفادے کی تو آرزو کرتے ہیں لیکن تاریخ لطیف جو ان کے زیر مطالعہ ہے اس سے کوئی کام نہیں لیتے۔

(٢١) شاہزادہ قادر بخش صابر کا مادۂ تاریخ از محمد ناصر ابراہیم

"شہ شاعران زماں مُرد ہے"

١٢٩٩ھ

نقل کر کے مقالۂ قاضی عبد الودود "نقوش سالنامہ ١٩٦٠ء" کے حوالے سے مقام دفن کا اضافہ کیا ہے۔

لیکن اسی قطعے کے مندرجہ ذیل شعر جس سے تاریخ مہینہ اور دن معلوم ہوتا ہے سے استفادہ نہیں کیا

ز شعبان سوم بود روز دوشنبہ
بایں شان و نام و نشاں مرد ہے

(٢٢) میر غلام علی عشرت بریلوی کے مادۂ تاریخ کے لیے کرم رام پوری کے قطعے سے یہ شعر

لے خامۂ کرم نے ان کی تاریخ
لکھی یہی "ہائے میر عشرت"

١٢٢٩ھ

نقل کیا ہے اور مزید معلومات کے لیے تذکرۂ کاملان رامپور کا سہارا لیا ہے لیکن کوئی اضافہ نہیں کر سکے جبکہ اسی قطعے کے مندرجہ ذیل اشعار سے عشرت کے نا تمام منظوم ترجمہ جلالت کی

تکمیل، قصۂ شہدائے کربلا اور ایک دوسری نثری کہانی کی تصنیف
اشتعال سے مہینے اور تاریخ کا علم بھی ہو جاتا ہے۔ اور یہاں میں سے
کوئی بات رشید حسن خاں نے اپنے حاشیے میں بیان نہیں کی
اشعار یہ ہیں:

پھر ولادت ناتمام کی ختم　　جس سے ہوئی شادروئے عبرت
قصۂ شہدائے کربلا کا　　کا خون جگر کیا بہ محنت
مطبوع و عجیب اک کہانی　　کی نثر بخوبی و فصاحت
شوال کی بست و ششم کو　　وا اس پہ ہوا ہے باب جنت

(ص ۱۸۱)

(۲۳) مندرجہ بالا قطعے کے کہنے والے کرم خاں رام پوری پر بھی انتخاب یادگار کے حوالے سے یہ حاشیہ لکھا ہے
"مرزا محمود عرف کرم خاں شاگرد قدرت شوق
۹۱ برس کی عمر پائی وفات ۷ ذی حجہ ۱۲۵۳ھ
بروز دوشنبہ"

لیکن تاریخ لطیف ہی میں منقول کرم خاں کا قطعہ تاریخ وفات جو کرم خاں کے بھتیجے احمد خاں غفلت اخون زادہ کا کہا ہوا صفحات ۱۹۳-۱۹۴ پر درج ہے رشید حسن خاں کے نزدیک قابل قبول نہیں ٹھہرا جب کہ اس قطعے سے کرم خاں کا صحیح نام، مدت مرض موت، وقت انتقال اور صحیح دن کا بھی پتہ چلتا ہے ضروری اشعار درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

شاعر کامل و ذی حوصلہ یاروں میں تھا　　جن کو استاد کرم کہیے اعلیٰ ادنیٰ
متخلص بہ کرم نام کرم اللہ خاں　　مجمع خوبی و اہل ہنر و شرم و حیا
مرض ضیق کی تکلیف اٹھائی دو سال　　ششت و یک سال تلک کھائی ہوائے دنیا
سوئے اقلیم بقا ملک فنا سے جس دم　　وہ سخن فہم جہاں وقت سفر باندھ اٹھا
ظہر دوشنبہ و ہفتم مہ ذی حجہ کی تھی　　کہتے بھاگن تھے اسے ہندی میں پڑتا
طلب اس غم زدہ نے کیا سال وصال　　آئی ہاتف کی یہ آواز کہ خوش فکر موا

۱۲۵۳ھ

(۲۴) مادہ تاریخ فدا علی عیش لکھنوی کے بیٹے شاد لکھنوی کے قطعے کا یہ شعر نقل کیا ہے

شاد بزد جول پائے قضا شد سال وفاتش جا سرشاف
نخل طوبیٰ، قصر جنت، حور بہشتی، عیش جناں

اور محمد علی خاں اثر رام پوری کے ایک مضمون سے یہ جملہ بحوالہ اخبار دبدبۂ سکندری رام پور ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ نقل کیا ہے۔
"منشی فدا علی عیش لکھنوی بعمر ۷۲ سال بہ ہفتہ گزشتہ"
لیکن اس قطعے کا پہلا شعر نقل نہیں کیا جس سے دن کا علم ہوتا ہے اور اس کی مدد سے صحیح تاریخ بھی دریافت ہو سکتی ہے وہ شعر یہ ہے

عیش سخنور روز دوشنبہ چوں بہ ذی قعدہ بمرد
بلبل روحش گشت پریدہ سوئے ارم زیں دار جہاں

(تاریخ لطیف ص ۱۸۲)

میں عرض کروں گا کہ ۱۴ ذی قعدہ کو یک شنبہ کا دن تھا اس رعایت سے ہفتہ گزشتہ میں دوشنبہ ۸ ذی قعدہ کو اور اس طرح عیش کا انتقال دوشنبہ ۸ ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ کو ہوا رشید حسن خاں قطعے کے پہلے شعر کو استعمال نہ کرنے کی وجہ سے تاریخ بتانے میں ناکام رہے۔

(۲۵) قدر بلگرامی پر حاشیے میں دیباچہ کلیات قدر سے کام لیا ہے لیکن تاریخ لطیف ص ۱۸۸ پر درج شدہ قطعہ تاریخ گفتۂ غلام حیدر ارشد گرامی شاگرد قدر کے ان شعروں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جو ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

روز یکشنبہ و بست و سوم ذی قعدہ　　فوت کرد آں شہ اقلیم سخن داد بیاہ
سنہ رحلت او ارشد مغموم نوشت　　شد رواں قدر بسوئے ارم اناللہ

۱۳۰۱

(۲۶) خود قدر کے ایک شعر سے نکالا گیا مادہ بھی تاریخ لطیف ص ۱۸۹ پر درج ہے رشید حسن خاں نے اس کی اہمیت کو بھی لائق توجہ نہیں جانا وہ شعر یہ ہے:

بہار آخر ہوئی ہے قدر کی تربت پہ میلا ہے
یہاں ہیری بڑھائے کو ہر اک دیوانہ آتا ہے

(۲۷) باقر علی خاں کامل کا قطعہ تاریخ از رسالہ تاریخ لطیف ص ۱۹۱ پر درج ہے مادہ کا شعر یہ ہے جو رشید حسن خاں نے بھی نقل کیا ہے۔

یہی نوحہ ہے یہی تاریخ حسن　　نوجواں باقر علی خاں حیف ہے

مخطوطے میں اعداد ۱۳۲۲ھ درج ہیں جو اس مادے سے برآمد نہیں ہوتے اس غلطی پر عرشی صاحب نے مخطوطے کے ص ۹۱ پر جہاں یہ قطعہ درج ہے حاشیہ لکھ کر اشارہ کیا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں:
"یہ اعداد سہواً غلط درج ہوئے ہیں مصرع سے ۱۲۹۳ھ نکلتے ہیں اور یہی صحیح تاریخ وفات ہے عرشی"
رشید حسن خاں نے اس غلطی اور تصحیح کی کوئی توجہ نہیں لائی جب کہ وہ تین صحیح اعداد کو غلط سمجھ کر حواشی میں نوٹ لکھ چکے تھے (ان مثالوں کے لیے رجوع کیجیے زیر نظر مضمون کی پہلی قسط کا نمبر ۵، ۲۰)۔

(۲۸) حکیم سید مہدی کمال کا دن اور مہینہ دریافت کرنے کے لیے رشید حسن خاں نے تذکرہ کاملان رام پور سے کام لیا ہے اور تاریخ لطیف ص ۱۹۵ کے درج ذیل قطعے سے اغماض نظر کیا جو جعفر علی خاں زمیں شمس آبادی کا ہے

کرد تخلص کمال شاعر نازک خیال　　سید مہدی علی جائے نشین جلال
رفت چو زیر زمیں گفت مورخ حزیں　　ماہ صفر با دوم گشت زوال کمال

۱۳۲۹ھ

(۲۹) امیر یونس لکھنوی کا مادہ تاریخ از امیر نقل کر کے حاشیے میں آب بقا کے حوالے سے لکھا ہے:

(باقی صفحہ ۹ پر)

نیر اقبال

ڈاکٹر ہنری ہیرس

اٹھارویں صدی کے اواخر میں اہل یورپ نے ہندوستانی زبانوں کا گہرا فلسفیانہ مطالعہ شروع کیا۔ ۱۷۸۰ء کے بعد اردو لسانی مطالعہ کے میدان میں تین بے حد ذہین انگریز مستشرقوں نے قدم رکھا۔ ان کے نام گل کرسٹ، ولیم کرک پیٹرک اور ہنری ہیرس ہیں۔ ان میں گل کرسٹ نے سرتا بقدم اس شغل میں ڈوب کر اردو زبان و ادب کے دامن کو نادر موتیوں سے بھر دیا۔ گل کرسٹ کی قواعد لسانیات کے جدید سائنسی مطالعہ کے دور میں بھی توضیحی لسانیات کا ایسا امتیازی کارنامہ ہے جس کا مقابل ابھی عالم وجود میں نہیں آیا۔ بابائے اردو اور گراہم بیلی کی فاضلانہ قواعد بھی اس کے مرتبے کو نہیں پہونچیں۔ کرک پیٹرک کے سامنے بھی اردو زبان کی قواعد و لغت کا بے حد شاندار خاکہ تھا۔ اگر حالات یاوری کرتے اور وہ اپنی اسکیم میں کامیاب ہوجاتا تو اردو زبان و ادب کو گل کرسٹ جیسا ہی بلند ہمت اور طباع ایک اور جوہر شناس نصیب ہوجاتا لیکن سرکاری اور سول عہدوں کے فرائض کی ادائیگی نے اس کو اتنی مہلت نہ دی اور ایک گراں قدر تصنیف خاکے کے بطن میں ہی فنا ہوگئی۔

تیسرا اہم عنصر ہنری ہیرس تھا۔ یہ مدراس سے تعلق رکھتا تھا ہنری ہیرس کی شخصیت اس پائے کی نہیں تھی جس پائے کی متذکرہ بالا شخصیتیں تھیں نہ وہ سرکاری طور پر اتنے اہم عہدوں پر تھا اور نہ اس نے ایسے کارنامے انجام دیے جن کی وجہ سے اس کا تذکرہ ڈکشنری آف نیشنل بائیوگرافی یا [illegible] میں آتا اور اس کی شخصیت میں ان دونوں کی طرح ہمہ گیری بھی نہیں تھی۔ لیکن زبان و ادب کی تحقیق کے میدان میں اس نے جو نقوش چھوڑے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ اگر وہ زبان و ادب کی تحقیق و تدوین کی طرف پورے طور سے متوجہ ہوجاتا تو یقیناً دنیا میں اپنی ایک زندہ جاوید جگہ بنا جاتا۔

ہنری ہیرس کے سامنے بھی اردو زبان کی قواعد اور لغت کا ایک شاندار خاکہ تھا اس نے لغت پر تندہی سے محنت کی اور باوجود مالی پریشانیوں اور ناساعد حالات کے اسے شائع کروانے میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے ۱۷۸۲ء میں لغت پر کام شروع کیا تھا چار سال تک خاموشی سے وہ اپنے کام میں مصروف رہا۔ ۱۷۸۶ء میں اس نے گورنمنٹ کو اطلاع دی کہ وہ چار سال سے لغت کی تدوین میں مصروف ہے اس سلسلہ میں اس نے یہ بھی لکھا کہ اس کام کے لیے فارسی رسم الخط کا ٹائپ تیار کرنے والے دو یوروپین فنکار دو عربی منشی اور ایک بنگالی کاتب بھی نوکر رکھے ہیں۔ اسی خط میں اس نے ٹائپ کی ڈھلائی، اشتہار کاغذ، طباعت اور جلد سازی کے اخراجات کے لیے گورنمنٹ سے اعانت کی درخواست بھی کی تھی چنانچہ گورنمنٹ نے سات ماہ تک پچاس پگوڈا (روپیہ) ماہوار کی اعانت منظور کی آگے چل کر اس اعانت میں مدت غیر معینہ کے لیے توسیع کردی گئی۔

۱۷۸۹ء میں گورنمنٹ نے کتاب کی اشاعت کا سختی سے مطالبہ کیا اس کے جواب میں اس نے یہ عذر پیش کیا کہ ابتدا میں ہندوستانی زبان کے مفید ترین الفاظ کا جو چھوٹا سا مجموعہ تھا اس نے بڑھ کر انگریزی ہندوستانی اور ہندوستانی و انگریزی لغت کی شکل اختیار کرلی ہے نیز طباعت کی بعض دشواریاں بھی تاخیر کا سبب ہو رہی ہیں۔ اسی خط میں اس نے یہ اطلاع بھی دی کہ اب اس نے پریس کی ذمہ داری دیگر لوگوں کے سپرد کردی ہے اس لیے امید ہے کہ جلد ہی کام کی تکمیل ہو جائے گی۔

مسٹر لو ۱۹۲۰ء نے مدراس کے ایک اخبار [illegible] میں شائع ہونے والے ایک اشتہار کا حوالہ دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷۹۰ء کے اواخر میں ڈکشنری شائع ہوگئی اور یہ کہ ڈاکٹر ہیرس کا ارادہ ایک قواعد شائع کرنے کا بھی تھا اس کی اسکیم کے مطابق اس کی تصنیف کا پہلا حصہ قواعد اور دوسرا لغت ہوتا۔ لغت پہلے تیار ہوگئی تو اس نے تصنیف کی دوسری جلد کی حیثیت سے اس کو شائع کردیا۔ پہلی جلد کے لیے لکھا کہ وہ بھی جلد ہی شائع ہونے والی ہے۔ اس نے قواعد کی تدوین کا کام تقریباً ختم کرلیا تھا لیکن جتنی مالی امداد کی اس کو سرکار سے توقع تھی اتنی امداد نہیں ملی ناساعد حالات اور مالی پریشانیوں سے مجبور ہوکر اسے یہ کام چھوڑنا پڑا اور تصنیف کی پہلی جلد شائع نہیں ہوسکی۔

ڈاکٹر ہنری ہیرس کی لغت انتہائی جامع تالیف تھی۔ گل کرسٹ جیسا خود پسند آدمی بھی اس کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ اپنی لغت کے ضمیمہ میں کہتا ہے کہ ڈاکٹر ہیرس نے اس میں بڑی محنت اور صحت سے کام لیا ہے۔ اور یہ کتاب ہندوستانی زبان سے مولف کی بھرپور واقفیت کا ناقابل تردید ثبوت فراہم کرتی ہے۔ گل کرسٹ نے ڈاکٹر ہیرس کی لغت سے کچھ منتخب الفاظ اخذ کرکے اپنے ضمیمہ میں شامل کیے تھے ۱۸۰۵ء کے اینول رجسٹر کا تبصرہ نگار بھی ڈاکٹر ہیرس کی لغت کا بے حد مداح ہے لیکن اس خامی پر افسوس ظاہر کرتا ہے کہ زبان کے قواعد اس میں شامل نہیں کیے۔

ایک اور دلچسپ بات جو ہم کو گل کرسٹ کے ضمیمہ سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر ہیرس نے دکنی اور شمالی ہندوستان کی زبان کے اختلاف کو پہچاننے کی کوشش کی۔ ہندوستانی زبان کی تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی کوشش تھی اس سے پہلے کسی قواعد یا لغت کے مولف کا دھیان اس طرف نہیں گیا تھا۔ گل کرسٹ

نے بجرس کے حوالے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دکنی ہندوستانی اور شمالی ہند میں بولی جانے والی ہندوستانی میں کوئی خاص فرق نہیں ہے کیوں کہ اس لغت میں اس کو ایسے بے شمار الفاظ جن کے بارے میں کہا گیا تھا کہ وہ کور اسنڈل کے ساحلی علاقہ میں مروج ہیں ان تمام الفاظ سے گل کرسٹ کا منشی جو سرہند کا باشندہ تھا پوری طرح مانوس تھا۔

ڈاکٹر ہیرس کی کتاب کا نام ہندوستانی زبان کا تجزیہ اور اس کے قواعد و لغت " تھا۔

Analysis, Grammar and Diction of The Hindustany Language

گریرسن سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اس لغت میں عورتوں مردوں اور شہروں کے ناموں کی ایک مفید درجامع ابجدی فہرست بھی شامل کی گئی تھی۔ ان میں سے بیشتر ناموں کی عربی فارسی یا ہندوی اصل کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا۔

اس کی زندگی کے حالات کے سلسلہ میں اتنا ہی علم ہو سکا ہے کہ وہ ۱۷۹۰ء میں مقامی طور پر افواج مدراس میں اسسٹنٹ سرجن مقرر ہوا تھا مدراس میں مستقل طور پر مقیم رہا ۱۸۲۲ء میں انتقال ہوا۔ اور کتھیڈرل کے قبرستان میں دفن ہوا۔

مسٹر ڈ M.r. Love سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے تین بار شادی کی تھی vesTages of old madras کے شایع ہونے تک (۱۹۱۴) مدراس میڈیکل کالج میں اس کی تصویر بھی موجود تھی۔

اگر ڈاکٹر ہیرس کی لغت کو تلاش کر کے اس کا غائر مطالعہ کیا جائے تو اٹھارویں صدی کے نصف اواخر میں بول چال کی زبان کی حالت اور مختلف علاقوں کی بولیوں کے اختلافات پر مزید روشنی پڑے گی۔

—+—

صفحہ ۔ سے آگے

"میر محمد نواب مونس خلف میر خلیق برادر خورد انیس"

لیکن تاریخ لطیف کے (ص ۲۱۹) پر نقل شدہ قطعہ تاریخ از سلامت کو کام نہیں لائے جب کہ اس قطعے سے مرض موت، دن اور تاریخ سب کچھ معلوم ہوتا ہے ضروری اشعار یہ ہیں۔

دو مہ شوال کرد از درد دل خوبا وفات　　　در شب جمعہ دل احباب گشتہ دردمند

تہ قبل از نصف شب ثانی عشر از ماہ بود　　　کاں زباں دان جہاں شد بیک راہ بلند

بہر سال او صاد مونس را بفیر صفر گسیر　　　داد کن متطوب بجز نون ہیم سیل رادو جند (۱۲۹۳ھ)

(۳۰) ڈپٹی نذیر احمد کا مادہ تاریخ از قمر سندیلوی یوں نقل کیا ہے

بے سر دیا ہیں " علم و فضل و ہنر

اور اعداد ۱۲۰۳ بتاتے ہیں۔

لیکن ان الفاظ سے یہ اعداد برآمد نہیں ہوتے۔ دراصل یہاں رشید حسن خاں کا سہو ہے اور صحیح مادہ تاریخ کے الفاظ اس طرح ہیں۔

بے سر دیا ہیں علم و فضل و ہنر

(۳۱) نواب کلب علی خاں والی رام پور کا قطعۂ تاریخ وفات جو امیر مینائی استاد دربار رام پور نے کہا تھا تاریخ لطیف (ص ۲۳۶ ۲۳۹) میں نقل ہوا ہے اسی سے مادۂ تاریخ رشید حسن خاں نے انتخاب کیا۔ ورکلب علی خاں پر حاشیے لکھتے وقت اس قطعے کے مندرجہ ذیل اشعار کی طرف رجوع نہیں کیا۔

شاغل ذکر نماز و عامل حج و زکوٰۃ　　　پیرو شرع حبیب خاص رب العالمین

ناگہاں نزد جہاد شد رام پور آرام پور　　　مصطفےٰ آباد شد و در راوایں سرزمیں

در ہزار و دو صد و پنجاہ پیدا گشتہ شد　　　در ہزار و دو صد و ہشتاد و یک مسند نشیں

دو ہزار و دے صد و چار از جمادی الاآخر　　　بست و ہفتم چہار شنبہ بود ساعت چار میں

ناگہاں زد کوس رحلت سوئے دار الآخرت　　　ذوق دیں کی داشت از دنیا برافشاندہ ستی

نقش کن از　　حسرت سرفروح مراد　　　خواب گاہ حامی اسلام امیر المومنین

اسی صرف نظر کی وجہ سے رشید حسن خاں کا وفات کا وقت دن اور تاریخ نہیں بتا سکے۔ نہ پابند صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ کا ذکر کر سکے

مندرجہ بالا مثالوں کے ذریعے رشید حسن خاں کی سہل پسندی اور موضوع سے بے توجہی پر گفتگو کرنے کا ناخوشگوار کام مجھے انجام دینا پڑا۔ یہ امر میرے لیے ناپسندیدہ تھا مگر میں نے اسے اس لیے گوارا کیا کہ یہ ایسی تنقید کے خلاف جمہوری احتجاج کے طور پر ہے جو بیمار اور مضرت رساں نتائج پیدا کرتی ہے اور جو متعدی ہو کر پھیلتی چلی جا رہی ہے۔

میری درخواست بھی ہے اور مجھے امید بھی ہے کہ رشید حسن خاں میرے اس اقدام پر صحت مند ذہن و فکر کے ساتھ یہ غور فرمائیں کہ اگر وہ اپنے ایک مضمون میں جو مختصر سے موضوع پر لکھا گیا ہو۔ اتنی فاحش غلطیاں کر سکتے ہیں تو انھیں دوسرے لکھنے والوں سے احتیاط اور توجہ کا کس حد تک مطالبہ کرنا چاہیے اور ایسی صورت میں کہ وہ خود بے توجہی سے کام لیتے ہوں انھیں کسی ایسے مطالبے کا حق پہنچتا بھی ہے یا نہیں۔

انجمن ترقی اردو کی یادداشت کی وصولی

حکومت نے رسمی اطلاع بھی دی

حیدرآباد۔ ۲۰ اگست۔ قانون ساز کونسل کے دو ارکان نے آج اردو کے تعلق سے ریاستی حکومت کی پالیسی کو خراج تحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اردو کو آندھرا پردیش کی ثانوی زبان کا درجہ عطا کرنے کے سلسلے میں ضمانت اور قانونی ضمانت دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ مسٹر مخدوم محی الدین لیڈر کمیونسٹ گروپ نے گورنر کے خطبہ پر اظہار تشکر کی تحریک پر تقریر کرتے ہوئے چیف منسٹر کی توجہ انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کی جانب سے ۱۹ اپریل ۶۵ء کو پیش کردہ ایک یادداشت کی طرف مبذول کرائی اور اس بات پر نہایت افسوس و دکھ کا اظہار کیا ہے کہ طویل عرصہ گزرنے کے باوجود حکومت کی جانب سے یادداشت کی وصولی کی رسمی اطلاع تک نہیں دی گئی۔ مسٹر مخدوم نے چیف منسٹر سے مطالبہ کیا کہ وہ انجمن کے ایک وفد کو ملاقات اور بات چیت کا موقع دیں۔ انھوں نے کہا کہ ایسے موقع پر جب کہ تلگو کو ریاست کی سرکاری زبان قرار دینے کے لیے لیجسلیچر میں ایک مسودہ قانون پیش کیا جانے والا ہے اردو کے موقف سے متعلق قانونی ضمانت دینا ضروری ہے۔ مسٹر مخدوم محی الدین نے حکومت کی لسانی پالیسی کو خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ ہندوستان میں آندھرا پردیش ہی وہ ریاست ہے جس نے اردو کو ثانوی زبان کا درجہ عطا کیا ہے۔ اردو والے اس سلسلے میں ضمانت اور قانونی ضمانت چاہتے ہیں۔ انھوں نے چیف منسٹر سے اپیل کی کہ وہ انجمن ترقی اردو کے وفد کو ملاقات کا موقع دیں۔

مولانا حافظ ابو یوسف (کانگریس) نے کہا کہ حکومت آندھرا پردیش نے اردو کے تعلق سے فراخدلانہ پالیسی اختیار کرکے سارے ملک سے زبردست خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ ریاستی حکومت نے اس قدر زیادہ نیک نامی اور داد و تحسین حاصل کی ہے کہ جو کروڑہا روپے خرچ کرکے بھی حاصل نہیں کی جاسکتی تھی تاہم اردو کے موقف کے سلسلے میں واضح اعلان کیا جانا اور قانونی ضمانت دی جانی چاہیے۔ (رہنمائے دکن)

تامل نظم "کورل" کے اردو ترجمہ کی رسم اجرا

حیدرآباد۔ ۱۰ اگست۔ گورنر مسٹر پٹانو پلے نے آج اس خیال کا اظہار کیا کہ مختلف زبانوں کے ادب کی دوسری زبانوں میں منتقلی قومی یکجہتی اور اتحاد کو فروغ دینے کا سبب بن سکے گی جس کی آج ملک کو سخت ضرورت ہے۔ گورنر نے کہا کہ ہندوستانی عوام کو اس بات پر فخر ہے کہ وہ کئی ایک قابل قدر ادبی و ثقافتی ورثہ کے مالک ہیں۔ گورنر آج شام اردو ہال میں تامل ادب کے دو ہزار سال قدیم شہ پارہ "کورل" کے اردو ترجمہ کی رسم اجراء انجام دے رہے تھے۔ جمال محمد کالج ترچنا پلی کے صدر شعبۂ اردو مسٹر حسرت سہروردی نے "کورل" کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ جسے ساہتیہ اکیڈیمی دہلی نے کتابی شکل میں شایع کیا ہے۔ مسٹر بی گوپال ریڈی نے اس جلسہ کی صدارت کی۔ گورنر نے ساہتیہ اکیڈیمی کی خدمات کی ستائش کرتے ہوئے کہا کہ مختلف زبانوں کے تراجم شائع کرکے وہ قابل قدر علمی خدمت انجام دے رہی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ "کورل" دنیا کی عظیم ترین تصانیف میں سے ایک ہے۔ اس کے مصنف نے ۲۰۰۰ سال قبل دنیا کو یہ تحفہ دیا ہے مذہب و زبان کی قید و بند سے آزاد خیالات و تصورات اس کتاب میں پیش کیے گئے ہیں۔ کئی یورپی زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ ہوا ہے اگر اسے اردو کا قالب نہ پہنایا جاتا تو اردو داں طبقہ کے لیے یہ ایک عظیم نقصان ہوتا۔

گورنر نے عوام کو ایک سے زیادہ ہندوستانی زبانیں سیکھنے کا مشورہ دیا تاکہ وہ مختلف زبانوں کے ادب سے مستفید ہوسکیں۔ گورنر نے کہا کہ آندھرا پردیش نے طلبا کے لیے سہ لسانی فارمولا قبول کرلیا ہے۔ مادری زبان کے سوا دوسری زبانیں سیکھنے کے شائقین کو اس کی سہولت دی جانی چاہیے۔ "کورل" کے ترجمہ پر گورنر نے جناب حسرت سہروردی کو مبارکباد دی اور کہا کہ اخلاقیات کے طلبا کو اس سے بہت فائدہ پہنچے گا۔

گورنر نے بتایا کہ ساہتیہ اکیڈیمی نے اب تک مختلف زبانوں کی ۵۰۰ کتابوں کا ترجمہ شائع کیا ہے۔ آج کے زمانے میں اکیڈیمی وہی کام کررہی ہے جو ماضی میں حکمراں اور امرا کیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر گوپال ریڈی نے کہا کہ "کورل" مقدس ورثہ ہے جسے اہل زبان والے دل سے عزیز رکھتے ہیں۔ اب تک انگریزی میں اس کے ۲۰ تراجم شائع ہوچکے ہیں۔ کئی ممالک اسے اپنی زبان میں منتقل کرنے کے مشتاق ہیں۔ ڈاکٹر ریڈی نے بتایا کہ ملایا کے رہنے والے ایک شخص نے "کورل" کا ملیائی زبان میں ترجمہ کرنے کے لیے ۵۰۰ ملائیشیائی ڈالر دیے ہیں۔

مسٹر حسرت سہروردی نے گورنر اور اکیڈیمی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ "کورل" دنیا کی بہترین کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس میں زندگی کے ہر ایک شعبہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ڈاکٹر کے۔ ام۔ جارج سکریٹری ساہتیہ اکیڈیمی ساؤتھ ریجن نے خیر مقدمی تقریر کی۔ جناب فضل الرحمن۔ ڈی رام راؤ اور مسز زینت ساجدہ نے بھی تقاریر کیں۔ صدر کانگریس مسٹر کامراج نادار، چیف منسٹر مدراس مسٹر بھکتوتسلم، چیف منسٹر میسور مسٹر نجلنگپا، مسٹر ہمایوں کبیر مرکزی وزیر پٹرولیم و کیمیکلس، مسٹر سبرامنیم مرکزی وزیر غذا، مسٹر راج گوپال اچاریہ، مسٹر اجیت پرشاد جین گورنر کیرالا۔ ڈی پی دی کیسکر، مسٹر تھامسن وزیر دفاعی پیداوار اور مسٹر سی پی راما سوامی ایر نے تقریب کی کامیابی کی تمنا ظاہر کرتے ہوئے پیامات روانہ کیے۔

(سیاست، حیدرآباد)

گذارش ہے کہ "ہماری زبان" کے لیے مضامین ارسال کرتے وقت خوش خط اور کاغذ کے ایک طرف لکھیے۔

انجمن ترقی اردو شاخ کریم نگر کے انتخابات

کریم نگر۔ ۹ راگست۔ مسٹر سرینواس لاہوٹی معتمد تنظیمی انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش نے ۸ راگست کو دن کے ساڑھے گیارہ بجے بمقام تیر انداز ٹاکیز، انجمن ترقی اردو شاخ ضلع کریم نگر کے انتخابات کے سلسلے میں منعقدہ مجلس عام کے اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آزاد ہندوستان میں اردو بھی دستور کی ایک مسلّم زبان ہے لیکن اس زبان کی یہ خصوصیت ہے کہ دیگر دستوری زبانوں کی طرح اس کا کوئی علاقہ نہیں ہے مگر اس کے باوجود اردو سارے ہندوستان میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہندوستان کی دوسری ریاستوں کے مقابلے میں آندھرا پردیش کو اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ یہاں اردو کو علاقائی زبان تسلیم کر لیا گیا ہے۔ یہاں ایک بات یاد رکھنی چاہیے کہ خالی اعلانات سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان پر عمل کیا جائے اور اردو کو قانونی درجہ حاصل ہو۔ انھوں نے اردو کارکنوں سے اپیل کی کہ وہ اردو کی تحریک کو آگے بڑھانے کے لیے زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیں۔

ابتدا میں مسٹر مکند لال مصرا صدر انجمن ترقی اردو شاخ ضلع کریم نگر نے مسٹر سرینواس لاہوٹی کی گل پوشی کی اور ان کا استقبال کیا۔ صدر انجمن نے اردو تحریک اور اس کی وسعتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ دیہاتوں اور قصبوں میں اردو کی ترقی اور بقا کے لیے لوگوں میں کافی جذبہ موجود ہے۔ ان کے اس جذبے سے متاثر ہو کر ہی اب ضلع کی انجمن نئے ڈھنگ سے تشکیل دی جا رہی ہے، تعلقہ جات کے نمایندوں کو بھی اس میں شامل کیا جا رہا ہے تاکہ اردو تحریک کی کامیابی کے لیے جلد سے جلد اقدامات کیے جا سکیں۔

مسٹر ابو المکارم غازی الدین کمال کریم نگری معتمد انجمن ترقی اردو شاخ ضلع کریم نگر نے انجمن کی بجٹ اور رپورٹ پیش کی۔ انھوں نے قواعد انجمن کو سناتے ہوئے مجلس انتظامی کی تشکیل کے سلسلے میں ایک ترمیم پیش کی اور کہا کہ جب تک قصبات اور تعلقہ جات کی شاخوں کو ضلع کی انجمن میں مناسب نمایندگی نہیں دی جائے گی اس وقت تک یہ ممکن نہیں کہ اردو تحریک کامیابی کے ساتھ چلے۔ اس لیے اب مجلس انتظامی انجمن ترقی اردو شاخ ضلع کریم نگر میں سات عہدہ دار اور چودہ اراکین شامل ہوں گے۔ عہدہ داروں میں ایک صدر، دو نائب صدور، ایک معتمد، دو نائب معتمدین اور ایک خازن ہوگا۔ عہدہ داروں کے انتخاب میں یہ شرط لازمی ہوگی کہ ایک نائب معتمد کا تعلق قصبہ یا تعلقہ کی شاخ سے ہو۔ عہدہ داروں کا انتخاب مجلس عام کرے گی اور مجلس انتظامی کے اراکین کو منتخب شدہ عہدہ دار نامزد کریں گے۔ سات اراکین سات تعلقوں سے لیے جائیں گے۔

جناب سرینواس لاہوٹی نے مجلس عام سے ترمیم کی منظوری حاصل کی اور ناموں کا ایک پینل پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر کوئی صاحب اس پینل کے علاوہ کسی عہدے کے لیے کسی اور کا نام پیش کرنا چاہتے ہوں، وہ پیش کریں۔ چونکہ کوئی اور نام یا پینل پیش نہیں ہوا اس لیے حسب ذیل عہدہ داروں کے متفقہ انتخاب کا اعلان کیا گیا۔

جناب مکند لال مصرا صدر، شیخ صالح جنیدی و قاضی محمد بشیر الدین نائب صدور، ابو المکارم غازی الدین کمال کریم نگری معتمد، رحمت شاہ خان و کیلاش پتی (جگتیال) نائب معتمدین اور ستیہ نارائن جوشی خازن۔

مسٹر سرینواس لاہوٹی معتمد تنظیمی انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش نے عہدہ داروں کو ان کے انتخاب پر مبارکباد پیش کی۔

جناب ابو المکارم غازی الدین کمال کریم نگری معتمد انجمن کے شکریہ کے ساتھ مجلس عام کے اجلاس کا اختتام عمل میں آیا۔

(ابو المکارم غازی الدین جنرل سکریٹری)

انجمن ترقی اردو نئی دہلی کی ایک ادبی نشست

انجمن ترقی شاخ (نئی دہلی) کی ایک ادبی نشست ۸ راگست کو پنڈت سندر لال کی صدارت میں بیگم نندوالی ایم۔ پی کی قیام گاہ پر منعقد ہوئی۔ شاہ مصباح الدین شکیل جنرل سکریٹری نے معزز مہمان ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا تعارف کرواتے ہوئے کہا ڈاکٹر نارنگ نوجوان نسل کے محققوں میں اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ ان کے تحقیقی کارنامے اردو زبان کے لیے قابل فخر ہیں۔ ڈاکٹر نارنگ تین سال تک وس کانسن یونیورسٹی میں اردو زبان کے وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے امریکی طلبا کو اردو زبان اور ادب پڑھاتے رہے۔ آج کی نشست میں وہ امریکہ میں اردو زبان کی تعلیم و ترویج کے موضوع پر تقریر کریں گے۔

ڈاکٹر نارنگ نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ میں ایک تعلیمی بل منظور ہوا جس کے ذریعہ دنیا کی اہم زبانوں کا تعین کیا گیا۔ اس میں عربی، روسی، چینی، جاپانی زبانوں کے علاوہ ہندوستانی زبانوں میں ہندی، اردو، بنگلہ اور کنڑی بھی شامل ہیں۔ اہمیت کے لحاظ سے روسی، چینی اور جاپانی زبانیں پہلے درجہ پر ہیں۔ ہندوستانی علوم میں بھی خاصی دلچسپی لی جاتی ہے۔ زبانوں کے اسکالر اس ملک کی تاریخ، کلچر اور سیاسی تبدیلیوں کی بھی اسٹڈی کرتے ہیں۔

ڈاکٹر نارنگ نے بتایا کہ وس کانسن یونیورسٹی امریکہ کی دس بڑی یونیورسٹیوں میں سے ایک ہے یہاں اردو کی تعلیم کا نظام خود ان کے انتظام میں ہے۔ اردو کے اسکالر ہندی رسم الخط سے بھی واقف

ہوتے ہیں۔ بول چال کی حد تک اردو ہندی کو ایک زبان سمجھا جاتا ہے۔ ادب اور رسم الخط کے لحاظ سے علیحدہ۔ اردو کے تین بنیادی کورس ہیں۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے والے اسکالر کے لیے اردو کے علاوہ تین اور ہندوستانی زبانیں جاننا ضروری ہے اس طرح یہ طالب علم "یک رخے" نہیں ہوتے۔

ڈاکٹر نارنگ نے اردو کی بہترین تخلیقات کو انگریزی میں منتقل کرنے پر زور دیا۔

تقریر کے بعد حاضرین نے نصاب اور امریکی طالب علموں کے بارے میں بہت سے سوالات کیے۔

محفل مشاعرہ میں نریش کمار شاد، پنڈت خار دہلوی سید حامد، مصباح الدین شکیل اور بیدار بہاری نے حصہ لیا۔

آئندہ سال کے لیے انتخابات بھی عمل میں آئے۔

(مصباح الدین شکیل جنرل سکریٹری)

ادارۂ جدید مدراس کی پہلی پیشکش کی رسم اجراء

مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۶۵ء بروز جمعہ شام کے ۶ بجے مدراس گھوکھلے ہال میں مشہور افسانہ نگار جناب علی اکبر آمبوری کے افسانوں کا مجموعہ "برف سی اجلی" کے اجراء کی تقریب بڑے شاندار پیمانے پر منعقد ہوئی۔

سی جیٹی بابو میئر آف مدراس نے کتاب کا اجراء کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں نے زندگی کے ہر شعبے میں ہمیشہ یادگار اور ناقابل فراموش کارنامے انجام دیے ہیں، چونکہ ان کا دل برف کی طرح شفاف، اور اجلا ہوتا ہے۔ کتاب "برف سی اجلی" انھیں صالح روایات کی آئینہ دار ہے۔

اجلاس کے صدر پروفیسر حیدر علی خاں صاحب ہیڈ مدراس یونیورسٹی نے بڑے مدلل اور دلچسپ انداز میں اردو کی اہمیت اور لکھنے والوں کی افادیت کے متعلق کافی روشنی ڈالی۔ انھوں نے کہا کہ علی اکبر آمبوری ایک ہونہار افسانہ نگار ہیں ان میں لکھنے کی بھرپور صلاحیت ہے۔ میں پرزور سفارش کرتا ہوں کہ برف سی اجلی کے دو ایک افسانوں کو یونیورسٹی کے نصاب میں داخل کر لیا جائے۔

ڈی۔ ایم کے لیڈر کے انبز گن ایم۔ اے۔ ایم۔ ایل سی نے بھی اردو کی تائید میں بڑی خیال افروز باتیں کیں۔ ڈاکٹر شنکر راجو نائیڈو ریڈر ہندی مدراس یونیورسٹی نے اردو کی ابتدا، نشو نما اور عہد بہ عہد ارتقاء کے متعلق کافی تفصیل اور حوالجات کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار فرمایا

ماہر لسانیات (ایا ذر سے) ایم۔ اے ایل۔ ٹی افضل العلماء، مولانا محمد یوسف کوکن صاحب (ریڈر صدر عربی مدراس یونیورسٹی) اور دوسرے حضرات نے علی اکبر صاحب اور ان کی افسانہ نگاری کے متعلق بچے تلے انداز میں اپنے تاثرات پیش کیے۔

(دانش فرازی معتمد ادارۂ جدید مدراس)

انجمن ترقی اردو میوات کے انتخابات

انجمن ترقی اردو میوات کے ایک خاص جلسے میں حسب ذیل عہدیدار منتخب کیے گئے۔

جناب مولانا محمد الیاس ندوی :۔ صدر
پروفیسر ہری سنگھ ایم۔ اے :۔ نائب صدر
جناب حکیم اجمل خاں :۔ جنرل سکریٹری
جناب چودھری محمد یامین خاں بی کام ایل۔ ایل۔ بی۔
(نائب ناظم)
جناب محمد الیاس صاحب :۔ خازن

علاقہ میں اردو زبان کو رواج اور فروغ دینے کے سلسلے میں طے کیا گیا کہ پنجاب گورنمنٹ کے سرکلر پر عمل کرایا جاوے اور میوات کے تمام سکولوں میں اردو کی تعلیم باقاعدہ طور پر جاری کی جائے۔

(اجمل خاں جنرل سکریٹری)

مالک انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ، پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھاپا، پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا